مال و دولت محنت سے ملتی ہے یا تقدیر سے؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:LAR-14242 تاریخ:24-09-2026

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ انسان کے پاس مال و دولت کی فراوانی کا تعلق تقدیر سے ہے یا بندے کی اپنی محنت وکوشش سے ہے؟اس حوالے سے تفصیلی رہنمائی فرمادیجئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

اللہ تعالیٰ ہی مال ودولت اور رزق کا خالق ومالک ہے۔ وہ جس کے رزق کو چاہے کشادہ اور وسیع کردے اور جس کے رزق کو چاہے تنگ و قلیل کردے۔ اس میں بندے کی محنت، کوشش، کسب اور اختیار کا کوئی دخل نہیں ہے۔ دنیا میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں، جو برائے نام محنت وکام کرتے ہیں اور ان کی آمدنی لاکھوں کروڑوں کی ہوتی ہے اور کتنے لوگ ایسے ہیں جو انتہائی محنت و مشقت کے باوجود صرف چند روپے ہی کماپاتے ہیں۔ انسان کو اپنی زندگی میں جتنی روزی ملنی ہوتی ہے، وہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے لکھی جاچکی ہوتی ہے۔ جو روزی مقدر ہے، وہ اس کو مل کر رہتی ہے، نہ اس سے کم ہوسکتی ہے، نہ زیادہ، خواہ کوئی بھی ذریعہ معاش اختیار کرلے۔

البتہ جہاں اس مالک جل مجدہ نے رزق کو مقدر کردیا ہے، وہیں اسباب بھی مقدر کیے ہیں کہ یہ شخص اتنی روزی کے لیے اتنی محنت اور دوڑ دھوپ کرے گا، تو اسے اتنی روزی ودولت مل جائے گی، تو چونکہ عام آدمی یہ نہیں جانتا کہ اس کی روزی کتنی محنت ومشقت اور کون کون سے

اسباب اختیار کرنے میں رکھی گئی ہے، تو وہ رزق حلال کے اسباب تلاش کرے اور اس کے لیے محنت ومشقت اور کوشش جاری رکھے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے اندر روزی تلاش کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور احادیث طیبات میں اسے فرائض میں سے ایک فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور عالم اسباب میں رہتے ہوئے، ترکِ اسباب حکمت الہیہ کا ابطال اور شریعت مطہرہ کے ادب سے دور ہے۔ یہاں اسباب کو چھوڑ کر محض تقدیر پر تکیہ کیے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھ جانا عقل مندی نہیں ہے، تاہم اسباب کو ہی سب کچھ سمجھنا یہ بھی بیوقوفی ہے، بلکہ اسباب اختیار کرنے کے بعد بھی اعتماد اور بھروسہ ظاہری اسباب پر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر رکھنا چاہیے، لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ بندے کے پاس مال ودولت کی فراوانی کا تعلق تقدیر سے ہے محض محنت سے نہیں ہے، تاہم بندے کو حکم یہ ہے کہ وہ اس کے حصول کے لیے اسباب اختیار کرے اور اپنی محنت وکوشش کو جاری رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے رزق میں وسعت وتنگی پیدا کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ﴾ ترجمہ کنزالعرفان:

"بیشک میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے، رزق وسیع فرماتا ہے اور اور تنگ فرماتا ہے۔" (سورہ سبا، آیت 36)

مذکورہ بالا آیت کے تحت تفسیر خازن کے حوالے سے تفسیر صراط الجنان میں ہے:

"رزق اور اس سے فائدہ اٹھانے کے اسباب کا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں، وہی حقیقی رزّاق ہے۔" (تفسیر صراط الجنان، جلد8، صفحہ 155، سورہ سبا، آیت 36)

بندے کا رزق تو بندے کے دنیا میں آنے سے بھی پہلے لکھ دیا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم **نے ارشاد فرمایا:** "إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما، ثم يكون في ذلك علقة مثل ذلك، ثم يكون في ذلك مضغة مثل

ذلك، ثم يرسل الملك فينفخ فيه الروح، ويؤمر بأربع كلمات: بكتب رزقه، وأجله، وعمله، وشقي أو سعيد" ترجمہ: تم میں سے ہر ایک شخص کا مادہ تخلیق چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں اکٹھا کیا جاتا ہے، پھر وہ اتنی ہی مدت کے لیے علقہ رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت کے لیے مضغہ کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے: اس کا رزق، اس کی عمر، اس کا عمل اور یہ کہ وہ خوش نصیب ہو گا یا بد نصیب، لکھ دیا جائے۔ **(صحیح مسلم، جلد4، صفحہ2036، مطبوعہ بیروت)**

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں اس حدیث کے تحت ہے:" (ورزقه): يعني أنه قليل أو كثير، وغيرهما مما ينتفع به حلالا كان أو حراما مأكولا أو غير فيعين له" ترجمہ: اور اس کا رزق یعنی اس کا رزق تھوڑا ہو گا یا زیادہ ہو گا اور ان کے علاوہ جن چیزوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے (وہ کتنی کتنی ہو نگی)۔ رزق حلال ہو گا یا حرام کمائے گا، کھایا جانے والا ہو گا یا دوسرا ہو گا پس اس کے لیے معین کیا جاتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد1، صفحہ152، رقم الحدیث82، مطبوعہ بیروت)

ارشاد الساری لشرح البخاری میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:" أي يؤمر بكتابة أربعة أشياء من أحوال الجنين (برزقه) أي غذائه حلالاً أو حرامًا قليلاً أو كثيراً" ترجمہ: یعنی فرشتے کو جنین کے احوال میں چار چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کے رزق کو یعنی اس کی غذا حلال ہے یا حرام ہے، قلیل ہے یا کثیر ہے۔

(ارشاد الساری لشرح البخاری، باب القدر، جلد9، صفحہ345، مطبوعہ بیروت)

فتح الباری لابن حجر میں ہے:" أن لا يعتقد أن الرزق من الكسب بل من الله تعالى بهذه الواسطة" ترجمہ: یہ اعتقاد نہ رکھے کہ رزق کسب سے ہے بلکہ رزق اس (محنت) کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ **(فتح الباری لابن حجر، جلد4، صفحہ304، مطبوعہ بیروت)**

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ایک حدیث کے تحت ہے: "أن الرزق من قبل الله تعالی، فإن تعسر شيء فبتقديره، وإن تيسر شيء فبتيسيره" ترجمہ: **بیشک رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پس اگر کسی چیز میں تنگی ہوتی ہے تو وہ اس کی تقدیر کی وجہ سے ہے اور اگر کوئی چیز آسان ہوتی ہے، تو وہ بھی اس کے آسان کرنے سے آسان ہوتی ہے۔**

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 8، صفحہ 3320، مطبوعہ بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں: قابض و باسط پر کلام کرتے ہوئے ایک حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: "(تنگی و فراخی دینے والا) اس طرح کہ جس بندے کا رزق حسی یا معنوی جب چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے، بڑے ہنر مند کبھی فقیر ہو جاتے ہیں اور بڑے بے ہنر کبھی امیر ہو جاتے ہیں، قبض و بسط ہر چیز میں ہوتا رہتا ہے۔"

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 3، صفحہ 512، نعیمی کتب خانہ گجرات)

نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا: "إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله" ترجمہ: **بندے کو رزق ایسے تلاش کرتا ہے جیسے بندے کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔**

(مسند البزار، ج 10، ص 37، حدیث 4099، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ)

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "بلکہ رزق کی تلاش موت کی تلاش سے زیادہ قوی ہے کیونکہ موت عمر ختم ہو جانے، پوری روزی کھالینے کے بعد آتی ہے مگر رزق ہر وقت آتا رہتا ہے۔۔۔ مقصد یہ ہے کہ موت کو تم تلاش کرو یا نہ کرو۔ بہر حال تمہیں پہنچے گی، یوں ہی تم رزق تلاش کرو یا نہ کرو ضرور پہنچے گا، ہاں رزق کی تلاش سنت ہے موت کی تلاش ممنوع مگر ہیں دونوں یقینی۔"

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 7، صفحہ 153، نعیمی کتب خانہ گجرات)

سورۃ الجمعہ میں رزق تلاش کرنے کے لیے نکلنے کی ترغیب موجود ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ترجمہ: پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ **(سورۃ الجمعہ، آیت 10)**

اس آیت کے تحت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”يعني: فرغتم من الصلاة، فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله يعني: اطلبوا الرزق من الله تعالى بالتجارة والكسب. اللفظ لفظ الأمر، والمراد به الرخصة“ ترجمہ: یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالی کے فضل کو تلاش کرو یعنی اللہ تعالی سے تجارت اور کسب کے ذریعے سے رزق طلب کرو۔ لفظ، امر والا ہے اور مراد اس سے رخصت ہے۔

(بحرالعلوم المعروف تفسیر سمرقندی، سورۃ الجمعہ، آیت 10، جلد 3، صفحہ 448، مطبوعہ بیروت)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ”طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة“ ترجمہ: فرائض کے بعد، حلال روزی کمانا ایک فرض ہے۔

(السنن الکبری، جلد 6، صفحہ 128، رقم الحدیث 11475، مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

اسباب چھوڑ دینے کے متعلق مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب ”أحسن الوعاء لآداب الدعاء“ (المعروف بنام فضائل دعا) میں ایک مقام پر فرمایا: **"عالَم اسباب میں رہ کر ترکِ اسباب گویا اِبطال حکمتِ الٰہیہ ہے۔** (كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ) ترجمہ: جیسے کوئی اپنی ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ وہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ پہنچنے والا نہیں۔“ **(فضائل دعا، صفحہ 289، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ میں اسباب اختیار کرنے کے متعلق فرمایا:

”نظر مسبب جل وعلاء پر رکھ کر جائز اسباب رزق کا اختیار کرنا ہرگز منافی توکل نہیں، توکل ترک اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ379، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین میں ہے”وان اخذ فی الاسباب فلا یعتمد علیھا، بل یثق باللہ ویعتمد علیہ، ولیکن اخذہ فی الاسباب امتثالا لامرہ تعالی لان اللہ یکرہ العبد البطال“

ترجمہ: اور اگر بندہ (رزق حاصل کرنے کے) اسباب اختیار کرے تو ان پر بھروسہ نہ کر بیٹھے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پر اپنا اعتماد اور بھروسہ رکھے، اسباب صرف اس لئے اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالی فارغ رہنے والے بندے کو پسند نہیں فرماتا۔

(حاشیۃالصاوی علی تفسیر الجلالین، سورۃ ہود، تحت الایۃ6 ، جلد 3 ، صفحہ 900، مطبوعہ لاھور)

اشکال:

حدیث پاک میں ہے کہ ”جسے یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور عمر میں اضافہ ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے (الادب المفرد)“یونہی حدیث میں ہے کہ نیکی رزق کشادہ کرتی ہے۔(مستدرک علی الصحیحین)۔اگر رزق مقدر ہے۔بندے کے کسب اور محنت وکوشش سے کم زیادہ نہیں ہوسکتا تو پھر ان احادیث میں مذکور اعمال کی بدولت کیسے اضافہ ہوسکتا ہے؟ کیا ان میں تضاد نہیں ہے؟

جواب:

مذکورہ اشکال کے جواب سے پہلے یہ یاد رہے کہ قرآنی آیات واحادیث صحیحہ میں آپس میں تعارض نہیں ہوتا اور جہاں کہیں بظاہر ایسا نظر آتا ہے تو وہ بھی علمائے محققین کی تفسیر و تطبیق

پڑھنے سے بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ مذکورہ صورت میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اصل حکم وہی ہے جو اوپر جواب میں بیان ہوا ہے کہ رزق مقدر ہے اس میں کمی و بیشی نہیں ہوتی اور جہاں تک اشکال میں بیان کردہ احادیث میں رزق بڑھنے کا معاملہ ہے تو اس کے علماء محققین نے کئی جواب دیے ہیں ان میں سے دو یہ ہیں:۔

(1)صلہ رحمی و نیک اعمال کی وجہ سے رزق بڑھنے سے حقیقی طور پر مقدار کے اعتبار سے رزق بڑھنا مراد نہیں بلکہ رزق میں برکت ہونا مراد ہے۔

(2)رزق میں حقیقی طور پر مقدار کے اعتبار سے اضافہ ہی مراد ہے لیکن یہ اضافہ فرشتوں کے علم کے اعتبار سے ہے، علمِ الٰہی کے اعتبار سے نہیں مثلاً ایک شخص کا رزق فرشتے کے علم میں پچاس ہزار ہے اور اگر کوئی نیکی کرتا ہے یا صلہ رحمی کرتا ہے، تو اس کا رزق دس ہزار مزید بڑھا کر ساٹھ ہزار کر دیا جائے گا تو اب فرشتے کے علم کے اعتبار سے نیکی کی وجہ سے رزق پچاس ہزار سے ساٹھ ہزار کی طرف بڑھا، لیکن علمِ الٰہی میں پہلے ہی موجود تھا کہ یہ شخص نیکی کرے گا اور اس کا رزق بڑھ کر ساٹھ ہزار ہو جائے گا، تو یوں رزق کی مقدار اللہ تعالیٰ کے علم میں یقینی و حتمی رہی اور اس کی پہلے سے مقرر کردہ تقدیر کے اعتبار سے رزق میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، بلکہ اس اعتبار سے اضافے کا تصور ناممکن ہے، جبکہ جو چیز فرشتوں پر ظاہر کی گئی ہے اس اعتبار سے رزق میں اضافے کا تصور ممکن ہے اور ساتھ یہ بھی مقدر ہے کہ کونسے عمل سے کتنا اضافہ ہو گا، لہذا رزق بڑھنے سے مراد فرشتے کے علم کے اعتبار سے بڑھنا ہے۔

رزق بڑھنے سے رزق میں برکت ہونا مراد ہے چنانچہ شرح صحیح البخاری لابن بطال میں ہے:"معنی البسط فی رزقه هو البركة؛ لأن صلته أقاربه صدقة، والصدقة تربی المال وتزيد فيه"

ترجمہ: رزق میں کشادگی سے مراد برکت ہے؛ کیونکہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا

صدقہ ہے، اور صدقہ مال کو بڑھاتا اور اس میں اضافہ کرتا ہے، چنانچہ اس کے ذریعے مال نشوونما پاتا اور پاکیزہ ہوتا ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، جلد6، صفحہ206، مطبوعہ، ریاض)

التیسیر بشرح الجامع الصغیر میں ہے: "(من أحب ان يبسط له في رزقه) أي يوسع عليه ويكثر له فيه بالبركة والنمو والزيادة "ترجمہ: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے) یعنی اس کے لیے رزق میں وسعت پیدا کی جائے اور برکت، بڑھوتری اور زیادتی کے ذریعے اس کے رزق کو زیادہ کردیا جائے۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، جلد2، صفحہ388، مطبوعہ ریاض)

حقیقی طور پر مقدار میں اضافہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اکمال المعلم بفوائد مسلم میں ہے: "بسط الرزق: سعته، قيل ذلك بتكثيره، وهو الأظهر، وقيل بالبركة فيه "ترجمہ: رزق میں کشادگی سے مراد اس کی وسعت ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد رزق کی مقدار میں اضافہ کرنا ہے، اور یہی زیادہ ظاہر معنی ہے، جبکہ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد رزق میں برکت ہونا ہے۔ **(اکمال المعلم بفوائد مسلم، باب صلة الرحم، جلد8، صفحہ21، مطبوعہ، مصر)**

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری اور شرح النووی علی صحیح مسلم میں ہے: "واللفظ للاول: أن الآجال والأرزاق مقدرة ولا تزيد ولا تنقص ﴿فإذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون﴾ (الأعراف: 34) ، وأجاب العلماء بوجوه، وثانيها: أنه بالنسبة إلى ما يظهر للملائكة في اللوح المحفوظ، ونحو ذلك فيظهر لهم في اللوح أن عمره ستون سنة إلا أن يصل رحمه، فإن وصلها زيد له أربعون، وقد علم الله تعالى ما سيقع له من ذلك، وهو من معنى قوله تعالى: ﴿يمحو الله ما يشاء ويثبت﴾ (الرعد 39) ، فبالنسبة إلى علم الله تعالى وما سبق قدره لا زيادة، بل هي مستحيلة، وبالنسبة إلى ما ظهر للمخلوقين يتصور الزيادة وهو مراد الحديث "ترجمہ: بے شک عمریں اور رزق پہلے سے مقدر کیے جاچکے ہیں، ان

میں نہ کمی ہوتی ہے نہ اضافہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: پس جب ان کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں (الأعراف: 34)۔ علماء نے اس اشکال کے کئی جوابات دیے ہیں (جن میں سے ایک یہ ہے کہ) یہ اضافہ اس اعتبار سے ہے جو فرشتوں کے لیے لوحِ محفوظ وغیرہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً فرشتوں کے لیے لوح میں ظاہر کیا گیا ہو کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے، مگر اگر وہ صلہ رحمی کرے تو اس کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی معلوم ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا اور اس کے نتیجے میں کیا ہوگا۔ یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی سمجھا جاتا ہے: ﴿یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ﴾ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ (الرعد: 39) پس اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی پہلے سے مقرر کردہ تقدیر کے اعتبار سے عمر میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ اس اعتبار سے اضافہ کا تصور ہی ناممکن ہے۔ البتہ مخلوق، یعنی فرشتوں کے سامنے جو چیز ظاہر کی گئی ہے، اس کے اعتبار سے عمر میں اضافے کا تصور ممکن ہے، اور حدیث میں عمر کے بڑھنے سے یہی مراد ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، جلد 7، صفحہ 3084، مطبوعہ بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو القاسم محمد اعظم قادری

11 ربیع الثانی 1448ھ / 24 ستمبر 2026ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

الـمـفـتـی دار الافتاء اہلسنت darulifta@dawateislami.net

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.fatwaqa.com کے ذریعے کی جاسکتی ہے